

# زکوٰۃ کے مصارف

○ ————— پر وفیسر ابو شہاب رفیع اللہ

مارچ ۱۹۶۷ء کے "فکر و نظر" میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ سلف صالحین کی اکثریت زکوٰۃ کو اسلامی حکومت کا ٹیکس تصور کرتی تھی جس سے مساکین اور فقراء کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے علاوہ اسلامی حکومت کا نظام مملکت بھی چلایا جاتا تھا۔ پہلے زمانہ کی نسبت آج چونکہ نظام حکومت ذرا پیچیدہ ہو گیا ہے تو عام لوگوں کو یہ بات عجیب سی معلوم ہوتی ہے۔ ائمہ احناف اگرچہ اسے عبادت قرار دیتے ہیں لیکن ان کا تصور عبادت بھی ہمارے مروجہ تصور عبادت سے مختلف تھا۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ایک مسلمان کا کون سا کام عبادت سے خالی ہے؟ تاہم اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ زکوٰۃ کے جمع و خرچ کرنے کا اختیار صرف اسلامی حکومت کو ہے۔ انفرادی طور پر ایسا کرنا سراسر غیر اسلامی ہے۔ احناف کا بھی یہی مسلک ہے کہ اس کی وصولی کا حق صرف مسلمان حکمران ہی کو ہے، چوتھی صدی ہجری کے حنفی محقق قاضی ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:-

ویدل ایضاً علی ان اخذ الصدقات الی الامام وانہ لا یجزی ان یعطی رب الباشیۃ  
صدقاتہا الفقور فان فعل اخذھا الامام ثانیاً ولم یحتسب لہ بآادی - وذلك لانہ  
لوجاز لا رباب الاموال اداھا الی الفقور، لما احتج الی عامل لجا تہا۔ فیضربا الفقور  
والمساکین فذلک علی ان اخذھا الی الامام وانہ لا یجوز لہ اعطاھا الی الفقور۔  
اور یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حق صرف مسلمان حکمران کو ہے اور یہ جائز  
نہیں ہو گا کہ صاحب مال اپنی زکوٰۃ براہ راست فقراء کو دے دے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو مسلمان حکمران

اس سے دوبارہ لے گا، اور جو اس نے پہلے دغربارہ کو دی ہے اس کا کوئی حساب نہ کیا جائے گا۔ اور وہ اس وجہ سے ہے کہ صاحب مال لوگوں کو براہ راست غریبوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہوتا تو پھر اس کے اکٹھا کرنے کے لئے مالوں کی کیا ضرورت تھی، جو فقراء اور مساکین کے لئے نقصان دہ ہے۔ پس یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ زکوٰۃ کے وصول کرنے کا حق صرف مسلمان حکمران کو ہے اور فقراء کو براہ راست دینا جائز نہیں ہے۔

بات یہیں تک ختم نہیں ہو جاتی بلکہ جو لوگ یہ نقطہ نظر پیش کریں کہ زکوٰۃ اسلامی حکومت کو نہ دی جائے بلکہ بطور خود جمع و خرچ کی جائے تو ایسے لوگ حکومت کے باغی تصور ہوتے ہیں اور ان کے خلاف جہاد کرنا لازمی، خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو لوگوں کے خلاف لشکر کشی کی تھی ان میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی تھا جو زکوٰۃ کے منکر تو نہیں تھے لیکن وہ اس کے جمع و خرچ کا انتظام اپنے ہاتھوں میں رکھنا چاہتے تھے۔ مولانا امین احسن صاحب اصلاحی ان مختلف گروہوں کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

”خلیفہ اول نے جن انہیں زکوٰۃ کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا تھا وہ کوئی ایک ہی قسم کے لوگ نہیں تھے، بلکہ کچھ تو ایسے مزمین تھے جو زکوٰۃ کے ساتھ ساتھ پورے دین کا تلاء گروہوں سے آمار چکے تھے اور کچھ وہ تھے جو زکوٰۃ روکنا چاہتے تھے اور

ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی تھا جو سارے دین کو قائم رکھنا چاہتے تھے اور زکوٰۃ بھی دینے کے منکر نہیں تھے، مگر ان کا بنیاد تھا کہ ہم اپنی زکوٰۃ بطور خود جمع و خرچ کریں گے۔ ابو بکرؓ کے مالوں کو نہیں دیں گے، ایسے ہی لوگوں کا قول تھا۔

اطعنار رسول اللہ اذا كان بيننا - فوا عجبا ما بال ملك ابوبكر

جب تک رسول اللہ صلعم ہمارے درمیان رہے ہم نے ان کی اطاعت کی مگر ابوبکرؓ کی حکومت کی اچھلتی رہتی ہے۔

قاضی ابو بکر جصاص کی اوپر والی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کو عبادت قرار دینے کے باوجود اس کا مسلک بھی مجبور علماء کے قریب قریب ہے کہ اس سے اسلامی حکومت کا نظام چلایا جائے گا، بلکہ بعض مقامات

پر انہوں نے اس عبادت اور ٹیکس میں کوئی فرق ہی نہیں کیا۔ پچھلے مضمون میں ہم تفصیل سے بتا چکے ہیں کہ زمین کا عشر جسے بعض اوقات زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ بھی کہا جاتا ہے، اخاف کے نزدیک بھی ٹیکس ہے جو عبادت گاہوں کی زمینوں سے بھی لیا جاسکتا ہے اور صورت یہ ہے کہ کئی مقامات پر انہوں نے خود زکوٰۃ اور عشر کے احکام میں کوئی فرق نہیں کیا۔ بلکہ زکوٰۃ کے بنیادی احکام درکن وغیرہ انہوں نے عشر کے احکام سے استنباط فرمائے ہیں۔ مثلاً "تملیک" سے جو ان کے نزدیک زکوٰۃ کا بنیادی رکن ہے اس کا استنباط احکام عشر سے کیا جاتا ہے۔ علامہ کا سانی فرماتے ہیں :-

و اما رکنہ فہو التملیک لقولہ تعالیٰ و آتوا حقہ یوم حصادہ و الا یتاء ہوا التملیک علیہ  
 "تملیک زکوٰۃ کا رکن ہے اس فرمان باری تعالیٰ کے مطابق کہ کھیتوں کا حق دو فصل اٹھانے کے موقع پر۔ اور لفظ "ایتاء" یعنی "دینا" تملیک فقیر کی دلیل ہے، جس فریضہ میں اس کے رکن کی پابندی نہ کی جائے تو وہ فریضہ ادا نہیں ہوتا۔

پیناںچہ عشر اور زکوٰۃ میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے میں حتیٰ بجا نب ہوں گے کہ اخاف کا اس کو عبادت قرار دینا جمہور علماء کے اس تصور کے کہ زکوٰۃ اسلامی حکومت کا ٹیکس ہے کسی طرح خلاف نہیں، بلکہ اس کے تصور عبادت کا ایک اہم فائدہ یہ ہو گا کہ زکوٰۃ کے جمع و خرچ میں بددیانتیوں کا بہت کم امکان ہو گا۔

موجودہ علماء کا نقطہ نظر | ہمارے موجودہ علماء بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آج کل جس طرح زکوٰۃ کو جمع و خرچ کیا جا رہا ہے، وہ سراسر غیر اسلامی ہے اور اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا کر دینے کے باوجود یہ شہر باقی رہتا ہے کہ زکوٰۃ دینے والے اپنے فریضہ سے سبکدوش نہیں ہوئے۔ موجودہ زمانہ کے ایک حنفی محقق مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی کا فیصلہ سنئے، انھوں نے یہ فیصلہ اس وقت دیا تھا جب جماعت اسلامی نے زکوٰۃ وصول کر کے اپنے مقاصد کے لئے خرچ کرنا شروع کر دی تھی۔ فرماتے ہیں :-

"عام اداروں کو ولایت عامہ حاصل نہیں ہے اس لئے ان کو فقراء و مجہولین کا قائم مقام نہیں کہہ سکتے۔"

سہ۔ تملیک فقیر سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ خود محت مند وصول کرے، کوئی دوسرا اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔

۴۔ بدائع الصنائع جلد ۲ صفحہ ۶۵ مطبوعہ مصر۔

صرف زکوٰۃ دینے والوں کا نائب کہہ سکتے ہیں۔ کیوں کہ وہ تو معلوم ہیں۔ پس ان کے قبضہ کو قبضہ فقراء نہیں کہا جاسکتا اور ان کے ہاتھ میں زکوٰۃ کی رقم پہنچنے سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی جب تک فقراء کے قبضہ میں نہ پہنچ جائے۔ اگر یہ ادارہ یا ان کے عاملین زکوٰۃ میں سے سفر خرچ وغیرہ نکالیں گے، زکوٰۃ پوری ادا نہ ہوگی اور صوری ہوگی۔ پس جو ادارے زکوٰۃ کی تحصیل وصول کے لئے کھڑے ہوں ان کو ولایت عامہ حاصل کرنا چاہیے جس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ حکومت کی طرف سے ان کو یہ حق دیا جائے۔ یا پھر عامۃ المسلمین بالفاق ان کو یہ حق دے دیں کیونکہ عامۃ المسلمین بھی حکومت کے قائم مقام ہو جاتے ہیں ہر عامۃ المسلمین کا کسی ادارہ پر اتفاق بہت دشوار ہے۔ ۵

مولانا موصوف کا فیصلہ یہی ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی کا حق صرف مسلمان حکمران کو ہے کیوں کہ: ۱۔ امام یا مصدق کا مال زکوٰۃ پر قبضہ نہ کرنا فقراء ہی کا قبضہ کرنا ہے کیوں کہ وہ بوجہ ولایت عامہ کے فقراء کا وکیل ہے لیکن اس پر کسی ادارہ کے ناظم یا عامل کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیوں کہ اس کو ولایت عامہ حاصل نہیں اس لئے وہ فقراء کا وکیل نہیں۔ ۶

تاہم وہ اس کی وصولی کا حق بہ مسلمان حکمران کو نہیں دیتے۔ اسے بعض شرائط سے مشروط قرار دیتے ہیں۔ ۱۔ مطالبہ عشر و زکوٰۃ کا یہ حق اسی حکومت مسلمہ کو حاصل ہے جو آئین کے مطابق اسلامی حکومت ہو۔ ہر حکومت کو یہ حق حاصل نہیں جو کہ برائے نام ہی اسلامی حکومت ہو اور واقعہ میں اسلامی حکومت نہ ہو۔ ۲۔ مولانا کی اس تشریح و وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ حکومت پاکستان وہ معیاری اسلامی حکومت نہیں جسے زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہو۔

ہمارے علماء کی اس تصریح کے مطابق نہ موجودہ حکومت زکوٰۃ وصول کرنے کی مجاز ہے اور نہ اس ملک میں کوئی ادارہ، جماعت یا انجمن، کیوں کہ وہ فقراء مجہول کے قائم مقام نہیں ہو سکتے تو پھر آخر اسے خرچ کس طرح کیا جائے؟ عام طور پر اس کے لئے حیلوں کا سہارا لیا جاتا ہے یعنی زکوٰۃ پہلے کسی غریب طالب علم کو دلوائی جاتی ہے، پھر اس طالب علم پر دباؤ ڈال کر اس سے مدرسہ یا انجمن کے فنڈ میں وہی رقم بطور عطیہ وصول کر لی

۵۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور جلد ۲۳ عدد ۵ بابت فروری ۵۵ ۱۹ صفحہ ۷۱۔

۶۔ ایضاً جلد ۲۲ عدد ۶ صفحہ ۳۶۔

۷۔ ایضاً صفحہ ۶۳

جاتی ہے۔ پہلے تو اس حیلہ سے کام بخوبی چل جاتا تھا لیکن آج کل کے طالب علم زکوٰۃ تو وصول کر لیتے ہیں لیکن اسے بطور عطیہ دینے میں پس و پیش سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اب یہ تکلف بھی ختم کیا جا رہا ہے اور جس طرح مختلف ادارے زکوٰۃ وصول کر رہے ہیں وہ خود ان کے نزدیک بھی ناجائز ہے۔ اور دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہو رہی، زکوٰۃ دینے والوں کو اس کی فکر کرنی چاہیے۔

اسلام کے معاشی نظام کی جس کے متعلق ہم قدم قدم پر یہ دعویٰ کرتے نظر آتے ہیں کہ اس کے اختیار کرنے سے غریبوں کے زمین و آسمان بدل جائیں گے، اگر عمل صورت یہ ہے جو ہمارے علماء پیش فرما رہے ہیں تو ہمارے دعوے کو شاید ہی کوئی تسلیم کرے۔!

در اصل مولانا نے اس مسئلہ کی فقہی تحقیق کے درمیان معیاری اسلامی حکومت کی شرط اپنی طرف سے عائد کر دی ہے۔ حدیث یا فقہ کی کتابوں میں ایسی کوئی حد نہیں پائی جاتی، بلکہ اس کے برعکس واضح ہدایات ہیں کہ زکوٰۃ کے وصول کرنے کا حق صرف اسلامی حکومت ہی کو ہے، چاہے وہ کسی ظالم کی ہی کیوں نہ ہو اور چاہے زکوٰۃ وصول کرنے کی وجہ سے اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں انہیں وہ پورا بھی نہ کر رہی ہو۔ چوتھی صدی ہجری کے حنفی محقق تھاقب ابو بکر جصاص جس کا فیصلہ ہم اوپر نقل کر آئے ہیں ایسی کوئی شرط عائد نہیں کرتے، حالانکہ جس وقت انھوں نے یہ فیصلہ دیا تھا اس وقت ایک خلیفہ قتل ہو رہا تھا اور دوسرا خلافت سنبھال رہا تھا، بامنی اس قدر تھی کہ شام و عراق سے لوگ حج کا فریضہ ادا کرنے کے لئے نہ جا سکتے تھے۔

زکوٰۃ اسلامی حکومت کا حق ہے یہی نہیں بلکہ ہمیں واضح احادیث اور صحابہ کرام کے فیصلے ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ ہر صورت میں حکومت ہی کا حق ہے چاہے وہ کتنی ہی غیر معیاری کیوں نہ ہو حضرت وائل بن حجر کی ایک روایت ہے۔!

قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجلٌ يسئله فقال ارايت ان كان امراء ينعون حقنا ويسئلونا حقهم فقال اسعوا واطيعوا فانما عليهم ما حملوا و عليكم ما حملتم، (رواه مسلم، والترمذی وصححه) حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلعم کو فرماتے سنا اور ایک شخص آپ سے دریافت کر رہا تھا کہ اگر حکمران ہمارے حقوق پورے نہ کریں اور ہم سے اپنا

حقِ زکوٰۃ طلب کریں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو حضور صلعم نے فرمایا کہ تمہیں ان کی مکمل اطاعت کرنی چاہیے۔ وہ اس چیز کے ذمہ دار ہیں جو ان پر فرض ہے اور تم کو اپنا فرض پورا کرنا ہے۔

اسی حدیث کے تحت صحابہ کرام کے اقوال میں مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ زکوٰۃ ہر حالت میں انہی کو دی جائے گی چاہے وہ لوگوں کے حقوق پورے کرنے کی بجائے عیش و عشرت میں ہی کیوں نہ اڑادیں۔ بلکہ مہیقنی نے تو حضرت عمرؓ سے صحیح اسناد کے ساتھ یہاں تک روایت کی ہے:-

و اخرج البہیقی الیاً عن ابن عمر باسنادٍ صحیح قال ادفعوا الیہم وان شربوا الخمر<sup>۹</sup>  
حضرت ابن عمرؓ سے یہ صحیح روایت منقول ہے کہ زکوٰۃ حکمرانوں ہی کو دو چاہے وہ شرابی ہی کیوں نہ ہوں۔

جمہور علماء نے ان احادیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں کے حکمران چاہے ظالم ہی کیوں نہ ہوں زکوٰۃ انہی کو دینی ہوگی (استدل بما الجمہور علی جواز دفع الزکوٰۃ الی سلاطین الجور و اجزائہا)۔

ان احادیث کی روشنی میں دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے جو معیاری اسلامی حکومت کی شرط لگائی ہے وہ احادیث اور جمہور فقہاء کے مسلک کے خلاف ہے۔ اس کی وصولی کا حق صرف حکومت کو ہے چاہے وہ معیاری ہو یا نہ ہو، اور صرف نام کی ہی اسلامی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ حقیقت میں تو یہ ٹیکس ہی ہے جس سے اسلامی حکومت کے مختلف شعبے اور محکمے چلائے جاتے ہیں اور جس طرح آج کل اسے جمع و خرچ کیا جا رہا ہے وہ طریقہ سراسر غیر اسلامی ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ | جب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حق صرف مسلمان حکمران کو ہے تو اب ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ اسے کس طرح خرچ کرنے کا ذمہ دار ہے، زکوٰۃ کے مصارف کی تعیین قرآن مجید میں یوں کی گئی ہے:-

« صدقات فقراء اور مساکین کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو زکوٰۃ کی وصولی پر متعین ہیں اور تالیفِ قلب اور غلاموں کو آزاد کرنے، مفروض لوگوں کا قرض آمارنے، فی سبیل اللہ اور

مسافروں کے لئے ہیں ۔

ان مختلف آٹھ اوصاف کی تفصیل اور احکام یہ ہیں :-

فقراء اور مساکین | عام طور پر ان دونوں اوصاف کا تقریباً ایک ہی مفہوم لیا جاتا ہے، اور

ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو مسلسل غربت اور احتیاج کا شکار ہیں اور حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کی احتیاجات کو اس طرح پورا کرے کہ وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکیں۔ آج کل جو اس کا یہ مفہوم لیا جاتا ہے کہ جو سائل روٹی کپڑا مانگنے کا سوال کرتا ہے وہی مسکین ہے، تو یہ اسلامی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے، ایک حدیث شریف میں یوں آیا ہے :-

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس المسکین الذی تردۃ

التسرة والتسرتان او اللقمة واللقمتان انما المسکین الذی یتعفف - (رداۃ البخاری)

(مسکین وہ نہیں جو ایک کھجور اور دو کھجوروں یا ایک لقمہ اور دو لقموں کے لئے مارا مارا پھرتا

ہے بلکہ مسکین وہ ہے جو سوال سے احتراز کرتا ہے)

اسی حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فقیر وہ لوگ ہیں جو سوال کرتے ہیں اور

مسکین وہ جو سوال نہیں کرتے، فقیر اور مسکین کی جو مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، ان میں سے یہ زیادہ حقیقت کے قریب ہیں کہ فقرا سے ایسے مفلس مراد ہیں جو صرف اپنی مفلسی کی وجہ سے کمانے کے اہل نہیں رہے اور اگر ان کی مناسب مدد کر دی جائے تو پھر وہ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اور مساکین وہ لوگ ہیں جن میں یہ اہلیت ہی نہ پائی جائے۔

تاہم جیسا کہ اوپر والی حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ کسی سوالی کو چند ٹکے دے دینا زکوٰۃ کا غیر اسلامی

مصرف ہے بلکہ حکومت کے لئے لازمی ہے کہ وہ ایسے اقدام کرے جن سے وہ خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر باعزت شہری بن سکیں۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے تعلیمی اور صنعتی ادارے کھولے جائیں۔ ان کو مفت علاج و معالجہ کی سہولتیں پہنچانے کے لئے ہسپتال قائم کئے جائیں۔ اگر یہ لوگ بے گھر ہیں تو حکومت اس فنڈ سے ان کے لئے مکانات وغیرہ مہیا کرے۔ آج کل بھی ہر فلاحی ملک کی یہ بنیادی ذمہ داریاں

ہیں۔ اس حقیقت کا بھی خیال رہے کہ امداد صرف مسلمان فقراء اور مساکین تک ہی محدود نہ ہوگی بلکہ غیر مسلم بھی اس میں حصہ پاسکتے ہیں۔ ہمارے کئی ائمہ مثلاً امام زہری، امام ابن شبرمتہ اسے غیر مسلموں پر خرچ

کرنا جائز قرار دیتے ہیں۔ ۱۱

۳۔ عاملین زکوٰۃ | زکوٰۃ کا تیسرا مصرف عاملین زکوٰۃ ہیں۔ صدر اول میں نظام حکومت کی سادگی کے باوجود اس میں کم از کم یہ افراد شامل ہوتے تھے، - ویدخل فی العامل الساعی والکاتب والتقاسم والمحاشروالذی یجمع الاموال وحافظ المال والعریف ۱۲ عاملین زکوٰۃ میں تحصیلدار، منشی، تقسیم کرنے والا، مال اکٹھا کرنے والا اور مال کا محافظ، خزانچی اور مکھیاسب شامل ہیں۔ اگرچہ جمہور فقہاء کا یہی خیال ہے کہ زکوٰۃ کے عاملین صرف مسلمان ہی بن سکتے ہیں تاہم بعض ائمہ کے نزدیک ایک غیر مسلم بھی عامل زکوٰۃ بن سکتا ہے۔ مذاہب اربعہ کے ائمہ میں سے امام احمد بن حنبل کا یہی مسلک ہے۔ ۱۳

جن ائمہ نے غنی عامل زکوٰۃ کے لئے زکوٰۃ کے فنڈ سے تنخواہ یعنی جائز قرار دی ہے۔ ان کے نزدیک قاضی اور ان جیسے اور لوگوں کے لئے بھی یہ جائز ہے۔ - والذین اجازوہا للعامل وان کان غنیاً اجازوہا للقضاة ومن فی معانہم ممن لہم المنفعة عامۃ المسلمین۔ ۱۴ اور وہ فقہاء جنہوں نے دولت مند عامل کے لئے زکوٰۃ کا لینا جائز قرار دیا ہے، انہوں نے قاضی اور اس قسم کے دوسرے سرکاری ملازمین کو جن سے عامۃ المسلمین کو فائدہ پہنچتا ہے، اُس کا حق دار قرار دیا ہے، فقہاء کے اس آخری فقرہ ومن فی معانہم میں وہ سب محکمے آجاتے ہیں جو عامۃ المسلمین کی جلائی کے لئے ہوں۔

۴۔ مولفۃ القلوب | اس مد کا مصرف یہ تھا کہ لوگوں کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کرنے کے لئے ان پر زکوٰۃ کے فنڈ سے خرچ کیا جائے۔ اس حساب سے تالیفِ قلب ایک قسم کا سیاسی خرچ تھا۔ ہمارے فقہاء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ حضور صلعم کی وفات تک اسلامی حکومت کو اتنی پائیداری نصیب ہو گئی تھی کہ اس کے بعد اس مد سے خرچ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی، ان

۱۱ المیزان الکبریٰ - علامہ شعبہ رانی، مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۱۵ -

۱۲ نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۸۰ ۱۳ المیزان الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳

۱۴ بدایتہ المجتہد جلد ۱ صفحہ ۲۶۷



کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ حضور صلعم نے ایک وقت میں جن پچاس نو مسلم اور غیر مسلم سرداروں کو سو سواڑٹ دلوائے تھے ان لوگوں میں ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ، عیینہ بن حصین، قرع بن حابس، عباس بن مرداس اور علقمہ وغیر ہم (بحوالہ نیل الاوطار) شامل تھے۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کے باوجود عامۃ العلماء کی رائے ہے کہ یہ منہدم نہیں ہو گئی بلکہ جب بھی اس کی ضرورت محسوس ہوگی اس پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں: والظاهر جواز التالیف عند الحاجة فاذا كان في زمن الامام قوم لا يطيعونه الا للدنيا ولا يقدر على ادخالهم تحت طاعته بالفسر والغلب فله ان يتالفهم ولا يكون لفشو الاسلام تاثير لانه لم يفتح في خصوص هذه الواقعة۔ ۱۵ اور ظاہر بات یہ ہے کہ ضرورت کے وقت تالیفِ قلب جائز ہے۔ اگر کسی مسلمان حکمران کو ایسے لوگوں سے سابقہ ہو جو مال کے بغیر اطاعت کرنے پر راضی نہ ہوں، اور جبر و زور کے ذریعہ سے ان کو زیر اطاعت لانے کی قدرت نہ ہو تو اس کے لئے یہ جائز ہے کہ مال سے ان کی تالیفِ قلب کرے اور غلبۃ اسلام پر اس امر کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا کیوں کہ مذکورہ صورت میں تو صاف واضح ہے کہ وہ کچھ موثر ثابت نہیں ہوا۔

۵۔ غلام آزاد کرنا | الحمد للہ کہ اب دنیا سے غلامی کا کلی طور پر خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس لئے فی الحال اس مصرف کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔

۶۔ مقروض لوگ | غار میں سے مقروض مراد ہیں۔ ابن عبید نے اپنی کتاب "کتاب الاموال" میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ فرمان نقل کیا ہے۔ لکھا ہے:-

انا عبد الرجل له المسكن والخادم والفرس والاثاث فكتب عمر ان لا يبد للمسلم المسلم من مسكن ليسكنه وخادم يكفيه مهنة وفرس يجاهد عليه عدوه ومن ان يكون له الاثاث في بيته نعم فاقضوا عنه۔ ۱۶ (حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عاملوں نے آپ کو لکھا کہ کیا ایسے لوگوں کے قرض بھی اتارے جائیں جن کے پاس مکان موجود ہے، نوکر موجود ہے، گھوڑا موجود ہے اور گھر کا دوسرا سامان موجود ہے تو آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ایک مسلمان کے لئے ایک مکان جس میں وہ رہ سکے

اور ایک نوکر جو اس کا ہاتھ بنا سکے اور ایک گھوڑا جس پر وہ اپنے دشمن سے مقابلہ کر سکے اور گھر میں کچھ روڑ سامان تو ناگزیر چیزیں ہیں۔ ہاں ایسے لوگوں کے قرضے بھی آمارے جائیں۔

زکوٰۃ سے ضرورت مندوں کے لئے قرض حسن کی سہولتیں بھی فراہم کی جاسکتی ہیں، ابتدائی طور پر اگر حکومت مناسب سرمایہ جمع کرنے کے لئے سود بھی دے تو ائمہ فقہ کے اس فیصلہ کے مطابق عبوری طور پر اس کی بھی گنجائش نکلتی ہے، دلا دلو بنین المولیٰ وعبیدہ لان العبد وما فی یدہ ملک لولا لا فلا یتحقق الربوا۔<sup>۱۸</sup> آتا اور غلام کے درمیان سود جائز ہے کیوں کہ غلام اور اس کا مال ویسے بھی آقا کی ملکیت ہیں، اس لئے سود ثابت نہیں ہوتا۔

۷۔ فی سبیل اللہ | مصارف زکوٰۃ کی سب سے بڑی اور مستقل مدنی سبیل اللہ ہے۔ سب اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس مد میں سے ملک کے دفاع کے اخراجات کو اولین حیثیت حاصل ہے۔ علامہ رشید رضا صاحب تفسیر المنار نے اسے ان مختصر الفاظ میں بیان فرمایا ہے: **بے دنی سبیل اللہ دھو شیشل سائر مصالح الشرعیۃ العامة ہی مملکت امرالدين والدولة وادولها وادولها بالتقديم الاستعداد للحرب لشراء السلاح واغذیة الجند وادوات النقل وتجهیز الغزاة ولتقديم مثله عن محمد بن الحکم**<sup>۱۹</sup> فی سبیل اللہ سے مراد وہ تمام شرعی مصالح ہیں جن پر مذہب اور حکومت کا انحصار ہے ان میں سب سے اول اور سب پر مقدم یہ ہے کہ جنگ کی تیاری کے لئے اسلحہ خریدے جائیں۔ فوج کے لئے غذائی سامان فراہم کیا جائے۔ ٹرانسپورٹ کا انتظام کیا جائے، مجاہدین کو سامان حرب سے لیس کیا جائے اسی طرح کا قول محمد بن حکم سے مروی ہے۔

فوج پر خرچ کے سلسلے میں غنی اور مفلس کی کوئی قید نہیں بلکہ ہر مسلمان اس کا حق دار ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ بڑے بڑے دولت مند صحابہ اس مد سے لیا کرتے تھے قاضی ابو بکر جصاص ایک مقام پر لکھتے ہیں: **کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقبل احدہم الصدقة دلہ من السلاح و الکراع والعقاد قیمة عشر الاف درہم۔**<sup>۱۹</sup> صحابہ رسول جو ہزاروں روپے کے ہتھیار اور

<sup>۱۸</sup> ہدایہ آخرین کتاب الربوا۔ صفحہ ۳۸۔ <sup>۱۹</sup> تفسیر المنار مطبوعہ مصر جلد ۱۰ صفحہ ۵۰۵۔

<sup>۱۹</sup> احکام القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۶۰۔

دوسری جائداد کے مالک ہوتے تھے صدقہ قبول کرتے تھے۔

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

واعلم ان ظاہر اللفظ فی قولہ "و فی سبیل اللہ" لا یوجب القصر علی الغزاة فلهذا المعنی

نقل القفال فی تفسیرہ عن بعض الفقہاء انہم اجازوا صرف الصدقات الی جمیع وجوہ

الخیر من تکفین الموتی و بناء المحصرین و عمارة المساجد لان قولہ و فی سبیل اللہ عام فی

الکل۔ لہذا اور جاننا چاہیے کہ فی سبیل اللہ کے ظاہر الفاظ سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مدد تمام تر

فوجی اخراجات کے لئے مخصوص ہے۔ اسی وجہ سے علامہ قفال نے اپنی تفسیر میں بعض فقہاء کے

متعلق یہ نقل کیا ہے کہ وہ صدقات کو تمام مصارفِ خیر مثلاً مرؤوں کی تجہیز و تکفین، قلعوں کی تعمیر، مساجد

کی آباد کاری پر خرچ کرنا جائز قرار دیتے ہیں کیوں کہ فی سبیل اللہ کے الفاظ ان تمام چیزوں پر حاوی ہیں

۸- ابن السبیل | ہمارے ہاں ابن السبیل یعنی مسافر کی مدد کے متعلق یہ محدود تصور ہے کہ اگر کسی مسافر

کے کو ایہ سے تھوڑی بہت رقم کم ہو جائے تو اس کی مدد کر دی جائے، حالانکہ صحابہ کرام سے اس

قسم کے بہت سے فیصلے منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سفر کی سہولتیں بہم پہنچانے کے لئے حکومتوں

پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، وہ سب اسی مدد سے پوری کی جائیں گی، حضرت انس بن مالک اور

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:- قال اما اعطیت فی الجسور والطریق فہی صدقة ماضیة لہ

ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ یوں اور سڑکوں کی تعمیرات میں تم نے جو کچھ خرچ کیا وہ صدقہ ادا شدہ ہے۔

حرف آخر | اس وقت زکوٰۃ جس طرح غیر اسلامی طریقے سے جمع و خرچ ہو رہی ہے اس نے ہماری معاشی حالت

کو کہاں تک سدھارا ہے وہ تازمین کے سامنے ہے، اچھے پھلے کام کر کے والے لوگوں کا ایک مفت خور طبقہ قوم کے

کاندھوں پر مسلط ہو گیا ہے، اگر ہمارا یہ یقین ہے کہ اسلام کے معاشی نظام سے واقعی غریبوں کے زمین و آسمان بدل

جائیں گے تو ہمیں اس نظام کو پوری طرح حکومت کے ذریعہ نافذ کرانے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اس کے مطلوبہ

نتائج برآمد ہو سکیں اور اس کے جمع و خرچ کے موجودہ غیر اسلامی طریقہ کو جلد از جلد ختم کر دیا جائے تاکہ لوگوں

کی زکوٰۃ صحیح طریقہ سے ادا ہو سکے۔